نیو ایرا میگزین
New Era Magazine
کسب حیات
از ضوء ساطع
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناول.کسبِ حیات

از.ضوء ساطع

قسط نمبر:9 اجنبی راہیں

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

کچھ لوگ تمہیں سمجھائیں گے

وہ تم کو خوف دلائیں گے

جو ہے وہ بھی کھو سکتا ہے

اس راہ میں رہزن ہیں اتنے

کچھ اور یہاں ہو سکتا ہے

کچھ اور تو اکثر ہوتا ہے

پر تم جس لمحے میں زندہ ہو

یہ لمحہ تم سے زندہ ہے

یہ وقت نہیں پھر آئے گا

تم اپنی کرنی کر گزرو

جو ہو گا دیکھا جائے گا....

(فہمیدہ ریاض)

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''''''''''''''''''''

کچھ چیزیں خواب سی لگتی ہے جب وہ ملنے کے پاس ہوتی ہیں تو کھلی آنکھوں سے دیکھا سراب سی لگتی ہے....

صبح کے چار بجے کا وقت تھے لیکن ایرپورٹ کے اس ویٹنگ ایریا میں لوگوں ایک ہجوم سا تھا. وہ چاروں بوڈنگ کروکراب بیٹھے انتظار کے ان مراحل کو گزارنے کی کوشش کررہے تھے ان کی فلائٹ پانچ بجے کی تھے. یہ انتظار کے لحمات گزارے نہیں گزر رہے تھے. آخر وہ دو کھڑے ہوگئے تھے. "ہم دونوں ونڈوشاپنگ کرکے آتے ہیں" ان کو دیکھ زبور نے زرہ سے التجا کی "یار بیا! ہم بھی چلتے ہیں" اس نے سرسری سے انداز میں سرہلایا "نہیں تم ان کے ساتھ چلی جاؤ. مجھے آج کے آج ہی یہ رپورٹ سکندر انکل کو میل کرنی ہے آج ہی"....

زبور برے سے منہ بناتی ان کے ساتھ چل دی کیونکہ وہ جانتی تھی. اگر اس کی بہن نے یہ آج جمع کروانی تھی, تو وہ کرواکر رہے گئی....

ان کے جاتے وہ ویسے ہی لیپ ٹاپ پر مصروف رہی....

دو بھوری آنکھوں نے زرہ کا بڑے غور طلب انداز میں جائزہ لیا تھا. اس نے وہی ملینیم سے خریدا سیاہ سادہ عبایا پہن رکھا تھا, سر پر بھی سلیقے سے اسکارف لے رکھا تھا, چہرا بے نقاب ہی تھا لیکن روز کی طرح خوش گوار سہ, پاؤں میں سفید رنگ کے سنیکر پہن رکھے تھے جن پر خوبصورت سے رنگوں میں نہائی ایک تتلی بنی ہوئی تھی.

زرہ نے اپنے اوپر نظروں کا تپش محسوس کر, سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا مگر ہر کوئی اپنے آپ میں مصروف تھے. اس نے دوبارہ سر جھٹک کر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ تینوں اب تیسری دکان میں آئے تھے. ریان نے ہاتھ میں پکڑی پرفیوم کی بوتل کی قیمت پوچھی تو سامنے یونفارم میں کھڑے سیلز مین نے بتایا" سر یہ چار ہزار کا ہے"....

اس نے شوک ہوتے کہا" بھائی یہ باہر سے دو ہزار کا مل رہا ہے" سیلز مین اس کو سمجھانے لگا اور پرفیوم کی خاصیت گنوانے لگا.. یہ فرانس کا ہے. اچھے برانڈ کا وغیرہ وغیر....ریان افسوس سے سیلز مین کو دیکھا رہا تھا بس بولا تو اتنا" آپ کا بہت شکریہ اگر اگلی مرتبہ آیا تو ضرور لوں گا" وہاں سے ہٹتا دکان سے نکل آیا. اس کے پیچھے وہ دونوں بھی نکلے تھے." بھائی! آپ نے کچھ لیا نہیں؟" زریاب بس خاموشی سے چلتا رہا وہ

ریان کو بہت اچھے سے جانتا تھا. اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہ آتی.

ریان نے چلتے زبور کو جواب دیا" بہنا! جو چیز باہر سے آدھے پیسوں میں مل رہی ہو تو اس پر ہم دوگنے پیسے کیوں خرچ کریں. یہاں تو ویسے بھی ہر چیز کو آگ لگی ہوئی ہے."

"ریان صحیح کہہ رہا ہے" زریاب نے اس کی ہاں میں ہاں ملی....

تقریباً وہ لوگ چار پینتیس تک دوبارہ زرہ کے پاس آئے تھے. جو ابھی بھی لیپ ٹاپ میں سر دیے بیٹھی تھی.

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان کی آوازوں پر اس نے اپنا سر اٹھایا تھا. انہیں دیکھ کر مسکرائی تھی. بس زبور نے اس کے ساتھ بیٹھتے ساری رواں دواں گوش گزاری تھی. "زبور ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی, گلاس وال کے ساتھ آ کھڑی ہوئی اور اپنے ازلی اسٹال سے تصویر کھینچی. اب دوسری جگہ کھڑی تصویر بنائی. بس اب ان کے جانے تک زبور ان کے ہاتھ نہیں آنے والی تھی وہ اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف ہو گئی تھی....

اس نے اپنے ساتھ بیٹھی خاتون کی آواز پر سر اٹھایا کر دیکھا تھا. "بیٹا! یہ فیس بک پر

لوکیشن کیسے ٹیگ کرتے ہیں؟"

اس نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ سے موبائل پکڑا اور لوکیشن ٹیگ کردی....

خاتون نے مسکراتے ہوئے شکرایہ کیا....

اس نے اپنے بائیں جانب دیکھا جہاں وہ دونوں ایک کرسی چھوڑے بیٹھے فٹ بال میچ دیکھتے تبصرے کررہے تھے....

وہ ان سے نظریں ہٹاتی لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین کی طرف متوجہ ہوگئی....

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آخر ان کے انتظار کا پھل مل گیا تھا. یہ وقت بھی گزر گیا تھا. اب وہ چاروں جہاز میں آ بیٹھے. زبور اور زرہ ایک سیٹ پر بیٹھے تھے. ان کی پچھلی سیٹ پر زریاب اور ریان بیٹھے ہوئے تھے. ان دونوں کو انتظار تھا کہ آخر تیسری سیٹ پر کون آکر بیٹھے گا. زبور نے معصوم سہ منہ بنائے زرہ کی طرف دیکھا "یار بیا! میں آپ کی معصوم سی چھوٹی سی اکلوتی بہن ہوں نا! پلیز مجھے کھڑکی والی سائیڈ بیٹھنے دے دیں. میں پہلی بار جہاز کا سفر کر رہی ہوں. بندہ اپنی دوستوں کے سامنے تھوڑے ششکے ہی مارتا لیتا ہے. ان کو تصویر دیکھا کر"....

"میں بھی تو پہلی بار جہاز کا سفر کر رہی ہوں. میں نے بھی آسمان دیکھنا ہے. اڑتے پرندے دیکھنے ہیں. رہی بات تصاویر کی. وہ میں بنالوں گئ" مسکراہٹ سجائے اسے تنگ کرنے والے لہجے میں کہا....

"یار بیا! پلیییز زمان جاؤنا. میں پکا آپ کا ایک کام کر دوں جو آپ کہیں گئیں. پلیز بیا....پیاری بہن ہونا" اب وہ زرہ کو لالچ دے رہی تھی ساتھ مکھن لگا رہی تھی....

"کیا یاد کروگئ. بیٹھ جاؤ اور ہاں! ایک منٹ مجھے یہ لکھ کر دو جو تم نے ابھی کہا ہے. اس پر قائم رہو گئ. جو میں کہوں گئیں مانو گئ" زبور کا چہرہ دیکھ اسے خوب ہنسی آرہی تھی.

آخر انہوں کچھ اپنی مناتے کچھ دوسرے کی مانتے سیٹ بدل لی تھی. اب زرہ درمیان والی سیٹ پر بیٹھ گئ تھی....

ایک ینگ سی عورت تقریباً اس کی ماما کی ہم عمر تھی. وہ خالی سیٹ پر بیٹھ گئیں. ان کا ہلیا

بلکل سودی خاتون جیسالگ رہاتھا. زرہ صرف ان کی بھوری آنکھیں دیکھ سکی تھی. جو اسے دیکھتے مسکرارہی تھیں....

جہازنے پرواز بھری توزبورنے زور سے اپنی بہن کا ہاتھ پکڑا تھا. خوشی اور جوش میں ننھاساخوف بھی نمایاتھا....

جہازپرواز کرتاآسمانوں کی حدود میں داخل ہواتووہ دونوں بھی قدرے نارمل ہو گئیں. زرہ بیک سیٹ پر لگی اسکرین پر مووی دیکھنے لگی. ان کے ساتھ بیٹھی خاتون نے سلام کے بعد ہاتھ میں پکڑے میگزین کے صفحات میں گم ہو گئی. زریاب اور ریان وہ تو بوتل کے جن کی طرح غائب ہوئے تھے. اب ہماری بچاری زرہ جواب کرتی تو کیا؟ کام سارا ختم کرلیاتھا. مووی دیکھنے کا دل نہیں کررہاہے تھا. آخر پیچھے کو سیٹ کے ساتھ سر ٹکاتے نیند پوری کرنے لگے....

اس کے خوابوں کی دنیامیں داخل ہوتے. وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھاتھا. تقریباًاس کی آنکھ دو گھنٹے بعد کھلی تھی.

وہ ستا کر بیٹھی تھی کہ ایر ہوسٹس ریفرش منٹ دے گئیں. ان دونوں نے مزے سے کھایا تھا. ان کے ساتھ بیٹھی خاتون بس جب انہیں دیکھتی مسکرا دیتیں. کھانے کے بعد اس نے کافی پیتے ان آنٹی سے باتوں کا سلسلہ جوڑا تھا. انہوں نے اپنا نام نورۃ بنت محمد بن عبداللہ بتایا تھا. وہ سعودی خاتون تھیں. پیشے سے مرین جیولوجسٹ تھیں. وہ انڈیا میں

National Institute of Oceanography (NIO)

کی ساتھ ان کے Genome Mapping Project کے سائنسدانوں کے ساتھ کام کر رہی تھیں. اس پروجیکٹ کے ذریعے انڈین ایسٹ کوسٹ سے آسٹریلیا اور دوسری طرف سے پاکستان کے باڈر تک مرین ایکو سسٹم کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی تھی.

اب وہ کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر جا رہی تھیں.

ان سے باتوں کے اس طویل سلسلے میں اسے معلوم ہوا تھا کہ ان کی دو بیٹیاں ہیں ایک زرہ کی ہم عمر ہے. دوسری بیٹی چھوٹی تھی. وہ اپنی نانی کے ساتھ رہے رہی ہیں. ان کی بڑی بیٹی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی میں پڑھتی ہے ساتھ دو سال کی انٹرنشپ بھی کر رہی ہے. چھوٹی بیٹی اسکول جاتی تھی.

پھر ایسے ہی باتوں کا سلسلہ زرہ کی طرف گھما تھا. اب وہ اپنے بارے میں بتانے لگی.

باتوں کے درمیان اس نے نوٹ کیا تھا.انہوں نے دو بڑی خوبصورت لیکن پُراسرار سی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں.ایک میں کوئی پتھر جڑا ہوا تھا دوسری انگوٹھی میں عجیب سے رنگ کا موتی تھا.وہ چاہنے کے باوجود بھی ان سے ان انگوٹھیوں کے بارے میں پوچھ نہ سکی تھی.وقت گزرتا رہا ان کے باتوں کا سلسلہ بڑھتا گیا.وہ اس سے تفصیل میں سعودی ماحول کے بارے میں بتانے لگی تھیں.اب زبور بھی ان کی گفتگو میں شامل ہو گئی.ایسے وقت گزر رہا تھا.انجان سے سفر میں انجان راہگیر سے انجانی سی گفتگو کر کے بہت اچھا لگ رہا تھا.

ان کا جہاز آخر سعودی عرب

(south western Asia)

کی حدود میں داخل ہو گیا تھا.اناؤسمنٹ پر انہوں نے اپنے سیٹ بیلٹ ایک بار پھر لگائے تھے.پہلے کی طرح زبور نے زرہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا.نورۃ انہیں دیکھتیں مسکرا کر شائستہ انگریزی لہجے میں بولیں "آپ دونوں کو دیکھ کر میری بیٹیاں یاد آ گئیں"....

وہ دونوں بس مسکرادی تھیں....

جہاز لینڈ ہو گیا تھا.باری باری لوگ آگے سے نکلنا شروع ہو گئے تھے.وہ دونوں اپنا سامنے سمیٹتی باری کے انتظار میں تھیں کہ نورۃ نے زرہ کو اپنا وزٹنگ کارڈ نکال کر دیا.

اس نے محبت سے تھامتے اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا کارڈ نکال کر ان کی طرف بڑھایا.

انہوں نے کارڈ تھامتے ہوئے شفقت سے کہا "انشاءاللہ! ہم پھر ملیں گیں"....

اس نے مسکرا کر سر ہلایا لیکن وہ دونوں بہنیں یہ سوچ رہی تھیں اس عرب ملک میں وہ اب چاہ کر بھی ان سے مل نہیں سکیں گئی. زرہ کے دماغ میں بہت سے سوالات تھے. تجسّس جو اس نے نورۃ سے جاننا تھا لیکن وقت کے کھیل وقت ہی جانتا ہے. ہر ہم سفر ایک مدت تک ساتھ ہوتا ہے یاں تو وہ ہم سے جدا ہو جاتا ہے یاں ہم اس سے جدا ہو جاتے ہیں.

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بلکل وہ دونوں بھی اس انجان سرزمین پر اپنے بھائی کے ہم قدم جہاز کی سیڑھیاں اتر کر اب بس میں سوار ہو گئی تھیں. جو انہیں انٹرنیشنل ٹرمینل تک لے گئی تھی....وہ اندرونی حصے میں داخل ہوتے باقی لوگوں کی رہنمائی میں جارہے تھے. زرہ نے غور کیا کہ زریاب اور ریان اپنی باتوں میں مگن تھے. زبور نے بھی اس کی طرف دیکھتے یہی بات دہرائی ساتھ اپنے ازلی انداز اپنائے بولی "یقیناً آج پھر ان دونوں کو کوئی بکرا مل گیا ہو گا تبھی ایک دوسرے میں گم ہیں"....

"لگ مجھے بھی یہی راہ ہے" زرہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا....

ایسے ہی وہ اپنا سامان تلاش کر کے ٹرالی پر لیے بیرونی دروازے سے باہر نکل آئے. اب کی بار باہر نکلتے لوگوں کا جمگھٹ لگا ہوا تھا. لوگ اپنے قیمتی وقت میں سے اپنے پیاروں کے لیے وقت نکال کر یہاں آئے کھڑے انتظار میں تھے. کب وہ باہر آئیں تو کب وہ اپنے پیاروں سے مل سکیں. وہ چاروں اپنی نگاہیں ارد گرد دوڑا رہے تھے کہ نوجوان خوبرو شخص ان کو مسکراتا ہوا ہاتھ ہلا رہا تھا. زبور نے جوش میں قدرے بلند آواز میں کہا "وہ رہے عثمان چاچو"....

"بہنا! ہم نے بھی دیکھ لیا ہے" اس کو چڑانے والے انداز میں ریان نے کہا....

باقی دونوں اپنی مسکراہٹ دبا گئے....

چند منٹوں بعد وہ عثمان سے مل کر گاڑی میں بیٹھے. ایرپورٹ کی حدود سے باہر نکلتے روڈ پر دوڑ رہے تھے. جدہ کا ماحول حیدر آباد کی نسبت قدرے گرم تھا. دسمبر کے ان کا دنوں میں یہاں سورج ہر چیز کو اپنی گرم لہروں کی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا لیکن یہاں ہر جگہ ایر کنڈیشنر لگے ہونے کی باعث گرمی بہت کم لگ رہی تھی. جدہ کی ان سڑکوں پر

دوڑتی تیز رفتار گاڑی کے پار گزرتی چمکتی اونچی لمبی عمارتیں رفتار فتا تبدیل ہو رہی تھیں. ساتھ ان کی باتوں کا سلسلہ بھی عروج پر تھا. پچھلے ایک سال کی رواں دواں سنا رہے تھے. ایسے میں وہ انجانے راستے پر ایک جگہ آر کے سامنے البیک کا سرخ و پیلا رنگ کے بوڈ لگا ہوا تھا. عثمان اتر کے اندر چلے گئ تقریباً پانچ سے دس منٹ بعد ہاتھ میں شاپر پکڑے واپس آئے اور گاڑی میں رکھے دوبارہ روڈ کے درمیان ڈال دی.

تقریباً تیس منٹ کے سفر کے بعد ایک جدید طرز پر بنی عمارت کے تیسرے فلور پر بنے چند دروازوں میں سے ایک بدامی دروازے سے اندر داخل ہو رہے تھے. تھوڑی چوڑی راہداری سے ہوتے اندر آئے تو سامنے آتی خوبصورت سی پرکشش ازکا ان سے بڑی گرم جوشی سے ملی اور انہیں لیے وہ اندر سیٹنگ روم میں آگئ. سیاہ اور سنہری امتیاز سے سجے اس کمرے میں پڑے سیاہ صوفے پر وہ سب آ بیٹھے. تھکن سے ان سب پر طاری تھی. ازکا دوبارہ باہر کو چلے گئ چند منٹ بعد ٹرے میں پانچ گلاس جوس کے بھرے لا آئی اور ان سب کو تھمائے. وہ سب پی رہے تھے اور ساتھ میں بتاؤں کا سلسلہ ویسے ہی جاری تھا. زرہ نے جوس کا خالی گلاس میز پر رکھا, ازکا کے ہمراہ کمرہ سے باہر نکلے دوسرے کمرے میں آ گئ. جو نہایت خوبصورتی سے گلابی رنگ میں نہایا ہوا تھا. سوائے بیڈ کے جو ڈارک سرمئ رنگ کا تھا. باقی ایک گلابی رنگ کا تھا. جو غالباً تحریم کا

تھا. اس پر خوبصورت سی گڑیا پڑی ہوئی تھی. ازکا اس وہیں چھوڑے واپس باہر چلے گئی تھی. وہ تھکن سے چور بیڈ پر لیٹ گئی. کچھ دیر بعد وہ واشروم سے فریش ہوتی بیگ میں سے مٹھائی کا ڈبہ, ساگ کا بول, دیسی گھی کی جار, اچار کا جار, لون کے کپڑوں کے بیگ, دو تین جوتوں کے جوڑے, چوڑیوں کے دو بنڈل نکال کر سارے سامان بیڈ پر رکھا دیا. اب سامان اٹھائے باہر نکل آئی تھی. کچن میں موجود ڈائنگ میز پر رکھا دیا" یہ لیں چاچی جی!" ازکا مسکراتے ہوئے محبت سے بولی "میری پیاری! شکراً" ....

" باقی چیزیں چاچی ابھی کمرے میں ہی پڑی ہیں" مسکرا کہتی کرسی کھینچتے بیٹھ گئی....

"ہاں ہاں! وہ تو بعد میں دیکھ لیں گے بیٹا" وہ واپس فریج کی طرف گئیں تھیں....

اس نے یاد آنے پر کہا" ارے چاچی! آپ کا کیک تو ابھی زریاب کے بیگ میں ہے"....

"واہ! بمبئی بیکری کا ہے نا؟"

" بلکل چاچی بابا نے یاد سے لا کر دیا ان کو یاد تھا کہ ہماری تحریم کو کتنا کیک پسند ہے" مسکراتے ہوئے کچھ خوبصورت یاد کو دوبارہ یاد کیا....

ازکا نے فرج میں سے ہوٹ سوس نکال کر میز پر رکھی "آؤ ہم ان سب کو بلا لیتے ہیں"....

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ازکا کے ساتھ باتیں کرتی کچن سے نکل باہر چلے گئی. تقریباً پانچ سے دس منٹ بعد وہ سب ڈائنگ میز کے ارد گرد پڑی کرسیوں پر بیٹھے البیک سے انصاف کر رہے تھے. زبور نے ہوڈ سوس کے ساتھ نگٹس کھاتے ہوئے چسکے لیتے سوس کی جار پر لکھا نام پڑا "شطۃ" اسے مزے کی لگی تھی....

ایسے ہی ہلکی پھلکی باتوں میں کھانا کھایا گیا.

زر نے پوچھا "تحریم اسکول سے کب تک آئے گئی؟"

"وہ تقریباً دو بجے تک آئے گئی" ازکا نے جواب دیا....

پھر ازکا نے انہیں بتایا "بیٹا سو سوری! لیکن آپ کے چاچو اور مجھے کچھ دیر میں ڈیوٹی پر جانا ہے آپ سب ابھی آرام کریں ہم شام تک آجائیں گے پھر باہر چلیں گئیں" ان کے لہجے میں تھوڑا افسوس بھی تھا....

عثمان نے مسکراتے ہوئے کہا "بس اگر آج آپریشن نہ ہوتا تو ہم نہ جاتے ہاں! اب کیا کر سکتے ہیں لیکن ہم رات میں ضرور باہر چلیں گے. اور اگر آپ لوگ ہمارے آنے سے پہلے تحریم کے ساتھ باہر جانا چاہو تو چلے جانا. یہاں بڑا اچھا واکنگ ٹریک بنا ہوا ہے. بس اس بات کا خیال رکھنا آپ سب اپنے ساتھ اپنا پاسپورٹ لے کر جاؤ. آپ سب کے لیے سم میں نے پہلے سے لے لی تھیں اور وہ سمز زریاب کے پاس ہے اس سے لے

لینا"....

"جی چاچو چاچی! آپ بے فکر ہو کر جائیں. کوئی مسئلہ ہو گا تو ہم آپ کو بتا دیں گئے"....

ایسے چند اور بتاؤ میں کھانا کھایا پھر وہ سب اپنے اپنے کمروں میں جا کر لیٹ گئے تھکن چور بیڈ پر لیٹتے ہی نیند نے انہیں اپنے آغوش میں لے لیا. عثمان اور از کا ہسپتال چلے گئے تھے....

گھڑی کی سوائی اپنے رفتار سے گھومتی رہی. زر کی آنکھ تو ہلکی سی آواز پر کھلی, مندی آنکھوں کو مشکل سے کھول کر غور کرنے کی کوشش تو سامنے کوئی نظر نہ آیا. اس نے گردن موڑ کر دوسری طرف رخ کیے الماری میں گھسی چھوٹی لڑکی کو دیکھا, جو یقیناً کچھ تلاش کر رہی تھی. اس نے پہنچان کرتے اپنے اوپر لیا کنفٹ سائیڈ پر کیا اور دبے قدموں سے چلتی اس ننھی لڑکی کو پیچھے سے جا کر گلے لگا لیا. چھوٹی لڑکی مسکراتے ہوئی مڑ کر اپنے پیچھے کھڑی بڑی ہیزل آنکھوں والی لڑکی کو دیکھنے کی جتن کرتی, خوشی سے مڑ کر دوبارہ گلے لگ گئی اور پھر سعودی عورتوں کے رویتی انداز میں پہلے ایک طرف

گال پر بوسہ دیا پھر اسی طرح دوسری گال پر بوسہ دیا. پنجوں کے بل ایڑیں اٹھائے اس کے ساتھ لگی کھڑی تھی. گوری سے بڑی بڑی آنکھوں والی سرخ فراک ہلکے گھنگریلے سیاہ بالوں میں کوئی اور نہیں بلکے کیوٹ سی نو سال تحریم تھی.اس نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا"میری گڑیا! تو بہت پیاری ہو گئی ہے"ایسے ہی ہنستے مسکراتے باتیں کرتے زرہ ہاتھ منہ دھو کر تحریم کو لیے باہر چلے گئی. وہ دونوں کچن میں آئیں تو زرہ نے وہاں پہلے سے موجود خاتون کو دیکھ کر تھوڑا مسکرا کر ہیلو کہا. دیکھنے سے وہ کوئی چینی یا فلپائنی خاتون لگ رہی تھی. چھوٹی سے قد والی لیکن کافی چست سی تھیں. انہوں نے جواباً ہیلو کے جواب میں سلام کیا.اس نے تھوڑا خجل ہوتے نیم مسکراہٹ سے سلام کا جواب دیا. پانچ منٹ بعد وہ تحریم کے ساتھ بلڈ نگ سے باہر آتی روڈ کے ایک طرف چلتی واکنگ ٹریک کو رواں دواں تھیں. عصر کی آذان ہوئے کچھ دیر ہوئی تھی. پر سکون سہ انجانہ ماحول تھا.اس نے وہی عبایا پہنا ہوا تھا.ایک کندھے پر بیگ لٹک رہا تھا. کلائی پر بندھی گھڑی پر سعودی وقت سے پاکستانی ٹائم کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی"یہاں سوا پانچ (پانچ پندرہ) ہوئے ہیں. یقیناً پاکستان میں اس وقت سوا سات (سات پندرہ) ہوئے ہوں گئیں"....

تحریم نے نا سمجھی سے پوچھا"اُخت"(پھر جلدی سے یاد کرتے بولی)"آپی آپ نے

کچھ کہا؟"

"ہاں میں ٹائم کا انداز لگا رہی تھی" عادتاً مسکراہٹ کے ساتھ کہا....

"پھر آپ کو سمجھ میں آگیا؟" چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہلاتی پوچھ رہی تھی....

"جی ہنی! آگیا"

"آپی پاکستان دو گھنٹے آگے ہے. کیونکہ جب زمین اپنے مدار میں گردش کرتی ہے اور جس حصے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے یا نہیں پڑتی, اُس حساب سے رات دن, دن رات میں بدلتے ہیں. زمین کی گردش ہی بنیادی وجہ ہے ٹائم زون مختلف ہونے کی" تحریم آدھی انگریزی, آدھی اردو (ملے جلے) لہجے میں اسے بتا رہی تھی. وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات سن رہی تھی اور پہلے سے جانتی تھی کہ تحریم نہایت ذہین بچی ہے اور اپنی جماعت سے اگلی جماعت کی کتابیں پڑھنا پسند ہیں. اس کا پسندیدہ مشغلہ ریسرچ (تحقیق) کرنا ہے, ہر نئی پرانی چیز کے بارے میں, خاص طور مختلف ممالک کے بارے میں. وہ ابھی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چل رہی تھی کہ تحریم کے ٹائم زون کو بیان کرنے سے پہلے اس نے سوال بدل دیا "واکنگ ٹریک کتنی دور ہے؟" "بس آپی ایک منٹ کے فاصلے پر" اس نے تحریم کا ذہین دوسری طرف لگا دیا تھا لیکن نہیں! اس ایک منٹ سے کم فاصلے میں بھی تحریم اسے بتانا نہیں بھولی تھی کہ جولائی زمین پر دن

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور رات کو الگ کرتی ہے اسے "terminator" کہتے ہیں. اس لائن کو "greyline", "twilight zone" بھی کہتے ہیں. اس سے پہلے تحریم اور کچھ بیان کرتی اس نے مسکرتے ہوئے سامنے دوڑتے, چہل قدمی کرتے, سائیکل چلتے ورزش کرتے لوگوں کے دیکھتے تحریم کا بازو پکڑے جوش سے بڑے بڑے قدم اٹھاتی چل دی. تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شیڈ لگے ہوئے تھے جن کے نیچے بنچز تھیں. جن پر مختلف لوگ (مرد, زیادہ تر عورتیں اور بچے) بیٹھے ہوئے تھے. وہ خالی شیڈ کے نیچے پڑی بنچ پر آ بیٹھی. تحریم بھی اس کے ساتھ بیٹھتی اپنے ننھے سے بیگ میں سے چپس نکالے کھانے لگی. اس نے اطراف کا بھرپور جائزہ لیا. ایک طرف پر خوبصورت سے ویلا بنے ہوئے تھے. جو ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے. ان سے کچھ فاصلے پر مین روڈ تھا. پھر کچھ فاصلے پر لوگوں نے اپنی گاڑیاں پارک کی ہوئی تھیں. گاڑی سے چند انچ کے فاصلے پر مختلف فوڈ کاٹ کھڑی ہوئی تھیں (جو بلکل کارٹون والی کاٹ لگ رہی تھیں) رنگ برنگی کاٹس تھیں. پھر آگے لوگوں کے لیے واکنگ ایریا تھا اس سے آگے سائیکل چلانے والا الگ ٹریک تھا غرض ایسے مختلف ٹریک بنے ہوتے تھے. دوسری اطراف میں بھی بلکل اسی طرح تھا مین روڈ پھر گاڑیوں کی پارکنگ اس سے آگے واکنگ ٹرک جو مناسب حصوں میں تقسم تھا. درمیان میں بینزن (benzene) کی

شکل میں تراشے گئے ڈیزائن تھے جو تھوڑا فاصلہ چھوڑ کر بنائے گئے تھے.ان میں سبز خاص مدھم ہوا سے جھول رہی تھی.دونوں اطراف پر لائیٹ پول لگے ہوئے تھے بلکل انگریزی فلموں والے.اس نے تفصیلی جائزہ کے بعد اپنے ساتھ بیٹھی چھوٹی لڑکی کو دیکھا جو اپنے ننھے سے بیگ جو گود میں رکھے ہوا تھا.اس کے اوپر ٹیب رکھے کوئی ویڈیو دکھتے چپس کھا رہی تھی.اس کے دیکھنے پر تحریم نے ویڈیو کو روک کر,اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور چپس والا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا لیکن اس کے انکار پر وہ دوبارہ اپنے مشغلے میں مصروف ہو گئی.اس نے ہینڈ بیگ سے فون نکال کر اجالا بیگم کو کال ملائی. دوسری بیل پر کال ریسو کر لی گئی. سلام دعا کے بعد انہیں کل رات ایر پورٹ سے لے کر ابھی تک کی ساری روان دوان سنائی ڈالی.اجالا بیگم مسکراتے ہوئے ہر بات سن رہی تھیں.ایسے چند ایک باتوں کے بعد فون بند کر دیا.پھر کچھ یوں نظریں گھماتے فون پر پاکستانی وقت کا انداز کر کے پانچ منٹ بعد وفا کو ویڈیو کال کی.وفا نے چند سیکنڈ کے بعد ویڈیو کال ریسو کر لی.سامنے مسکراتا ہوا وفا کا چہرہ نظر آ رہا تھا.غالباً کچن میں کچھ بنا رہی تھی. سلام دعا کے بعد حال حوال پوچھا."تم کچن میں کیا بنا رہی ہو؟"زرہ کے لہجے میں حیرت بھی شامل تھی.

مسکین سی صورت بنائے افسردہ آواز میں بولی "بیٹا سمرین ماڈم (وفا کی ماما) نے حکم دیا

ہے. مسز وفا آپ نے ان چھٹیوں میں رات کا کھانا بنایا کریں گئیں. صبح کی صفائی کروایا کریں گئیں "اپنی امی کی بھرپور نقل اتارتے جملا مکمل کیا.

وفا کے انداز پر خوب ہنسی آئی. اس کی آواز سن کر تحریم بھی اپنا چہرہ اٹھا اس کے فون میں نظر آتی وفا کی طرف متوجہ ہو گئی. اس نے ہنستے ہوئے چڑایا "اور نا آؤ ہمارے ساتھ. اب بناؤ کھانے "....

وفا اس کی بات سن کر مسکراتے ہوئے بولی "تمہیں معلوم تو ہے یار ماما اکیلی ہیں. بابا ملک سے باہر ہیں. اگر میں بھی تم لوگوں کے ساتھ آجاتی میری ماما اکیلی ہو جاتی. ہمارے والدین کتنا کچھ کرتے ہیں. ہم ان کے لیے اپنی چھوٹی سی خوشی قربان نہیں کر سکتے کیا؟"

"بلکل جانی!" اس نے اپنی دوست پر رشک کرتے جواب دیا.

وفا تحریم کو ہنستا دیکھ کر مسکراتے ہوئے اس سے باتیں کرنے لگی.

تحریم سے یوں ہی باتوں کے بعد ابھی دوبارہ فون کی اسکرین اس کی طرف گھومی تھی. وفا پیاز کاٹتی ساتھ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے. وفا آنکھوں سے گرد جمع ہوا پانی صاف کرتی بڑے جتن سے پیاز کاٹ رہی تھی. زرہ اس کی حالت پر لطف اندوز ہوتے مسکرا کر بولی "یار ا! پیاز کو پانی میں ڈال لو ان میں سے

"syn-Propanethial-S-oxide"

کی گیس نکل جائے گئی. رونے سے بچ جاؤ گئی.

وفا اس کی بات پر بے سکت بولی "پہلے بتانا تھا نا یار"....

زرہ ہنس دی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ میسج ٹون پر سمٹ گئی تھی. اس نے چند سیکنڈ میں وفا کو خدا حافظ کہہ کر انجانے نمبر (unknown) سے موصول ہوا پیغام کھولا تھا "مسز زرہ ہارون! انجان ملک میں, انجان شہر میں انجانے لوگوں کے درمیان انجانی جگہ پر آپ کا اکیلے نکلنا نامناسب سا نہیں ہے؟" پوری سطر میں ایک تنبیہ تھا.

ایک سوال تھا لیکن کیوں؟

بس ایک چیز کامن تھی.... وہ تھا.... آخر میں پہلے کی طرح لکھا اس کے نام میں ڈبل "ZZ"....

اس میسج نے اسے پریشان کر دیا تھا. ایک دم اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا. اس نے تحریم کو بولایا. جو وفا سے بات کرنے کے بعد اشارہ کیے اپنی کسی دوست کے ساتھ چند فٹ کے فاصلے پر کھیل رہی تھی. اس کی ایک آواز پر وہ اس کی طرف آ گئی. تحریم کا ہاتھ پکڑے بنچ سے سامان اٹھاتے چل دی تھی. پیچھے نارنجی آسمان نے فکرمندی سے زرہ کو دیکھا تھا. مغرب کی آذان بلند ہوتے. واکنگ ٹریک پر نماز کے چھوڑی جگہ پر دریاں

بچھنا شروع ہو گئیں تھیں. لوگ باری باری موبائل کاٹ میں سے آکر وضو کرنے لگے تھے.

زرہ نے دوبارہ گھر کو جاتے بڑے دل سے اللہ کے سامنے اپنی درخواست رکھی تھی....

لیکن کیا التجا تھی؟ کون جانے.....

ہاں! کون جانے آخر جانے تو جانے کون.....

سوائے آدم ذات کے خدا کے....

''''''''''''''''''''''''''''''''''

فیض کو بچھڑے ہوئے پورے تین دن ہو گئے تھے. ہر چیز ویسے کی ویسی ہی تھی. سوائے ان تینوں نفوس کے جو بظاہر تو نارمل انداز میں اپنا وقت کاٹ رہے تھے لیکن وقت کی رفتار کے ساتھ ہر لمحے بہت دشوار تھا. جو ان کے زخم کو لہولہان کر رہا تھا. صبح سے اب تک ان کے ہاں فاتحہ پر آنے والوں کی کثیر تعداد تھی. ڈھلتے دن کے ساتھ اب صرف چند ایک خواتین رہ گئیں. زرد چہرے کے ہالے, سوجی ہوئی سرخ آنکھوں کے ساتھ ایک طرف سے ریاض نے تھاما ہوا تھا. وہ چلتے ہوئے فاطمہ تک آئی اور اس

کے گلے لگ کر ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی. فاطمہ اسے روتے دیکھ کر جہاں بے چین ہوئی تھی. وہیں ریاض نے زور سے لب بھینچ لیے تھے. اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فیاضی کو گریبان سے پکڑ کر پوچھے آخر تمہیں کیا ملا؟ ریاض نے ہاتھوں میں پکڑی ننھی جان کو درینہ بیگم کو دیا. جو اس ساری کاروائی میں صبر کیے بیٹھی تھیں. ننھی جان کو اپنے ہاتھوں میں تھامے دونوں گالوں پر نرمی سے پیار کیا. ریاض وہاں سے ہٹتا بیٹھک میں علی صاحب کے پاس آگیا. اس کے اندر داخل ہوتے پہلی نظر فیاضی پر پڑی اور اسے دیکھتے اس کی نتھنے تک تن گئی. اس کا بس نہیں چل رہا تھا اسے شوٹ کر دے. فیاضی ڈانگ پر ڈانگ جمائے بیٹھا لہجے میں درد لیے بھرپور اداکاری سے ماتم کر رہا تھا. اس کے گرد صوفے پر چند ایک آدمی اور بیٹھے تھے. ریاض مٹھیاں بھینچتا نیم بلند آواز میں سلام کرتا جا کر علی صاحب کے برابر والے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا. دوبارہ باہر آؤ تو فاطمہ سے جدا ہوئی اب درینہ بیگم کے گلے لگی ماں بیٹی مغموم ہوئی تھیں. ان سے فاصلے پر بیٹھی خاتوں دوسری خاتون سے نیم سرگوشی کرتی پوچھ رہی تھی کہ ایمان جنازے پر کیوں نہیں آئی تھی؟ جواباً دوسری خاتون مرچ مصالحے لگاتے بتا رہی تھی کہ ایمان کی اس دن بیٹی ہوئی تھی اس لیے اپنے بھائی کے جنازے میں نہیں آسکی. بچاری اپنی اولاد کی خوشی میں بھائی کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی. عورت کے لہجے میں افسوس اور ہمدردی

تھی۔ دوسری خاتون منہ بناتے بولی دیکھو یہ بچی کس قدر منحوس ہے۔ پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کے اکلوتے بھائی کو اپنی منحوست کے بھینٹ چڑھا دیا۔

وہ جو ابھی بھی درینہ بیگم کے گلے لگی ہوئی تھی۔ اسے لگا تھا کسی نے اس کے دل کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر کچل دیا تھا۔ ایک طرف اس کی واحد اولاد اس کی بیٹھی تھی جس کو پیدا ہوئے ابھی صرف تین دن ہوئے تھے دوسری طرف اس کا بھائی جس کو اس دنیا کو چھوڑے تین دن ہوئے تھے۔ کوئی اس سے تو پوچھ کر دیکھتا اس کا غم کا تو بتاتی اس کا ذخم کس قدر گہرا تھا۔ وہ اپنی ماں سے الگ ہوتے مرتے قدم اٹھائے اندر کی اور چلے گئ۔

فاطمہ جو اس ساری کروائی کے دوران خاموش تھی۔ اب کی اس کی زبان سے نکلے الفاظ نے ان دونوں عورتوں کے چودا طبق روشن کر دیے "میں آپ دونوں خواتین کی عزت کرتی ہوں لیکن اگر آپ دونوں پورا ماجرا نہیں جانتی اور آپ کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ایمان نے اپنے بھائی کا منہ دیکھا تھا یاں نہیں؟ اس کی بیٹی ننھی جان کو منحوس جیسے القابات سے نوازنے کے سوائے آپ دونوں کچھ نہیں کر سکتی تو مہربانی کر کے ہم پر ایک احسان کریں اور یہاں سے چلی جائیں کیونکہ آپ اس دکھ کو کبھی محسوس نہیں کر سکتی جو ایمان اپنے بھائی کی جدائی میں ہر پل کاٹ رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اپنا اکلوتا بھائی کھویا ہے"....

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"فاطمہ تم بس ایسے ہی غصہ کر رہی ہو۔اس میں برا ماننے والی کوئی بات نہیں ہے۔یہ بچی پیدا ہوتے ساتھ ہی اپنے ماموں کو نگل گئی تو اب ہم اسے منحوس نہیں کہیں تو کیا کہیں گئے؟ بتاؤ بھلا؟"

فاطمہ کو تازہ ہوا میں بھی اپنا دم گھٹتا لگا تھا "انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اگر ہم کسی انسانی جان کو منحوس قرار دیں۔ جیسے ایک واحد اللہ نے پیدا کیا ہو۔ صرف وہی ہر چیز کا وقت مقرر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ صرف اس کے کن سے فیکون ہوا ہو تو آخر کیسے کوئی جاندار منحوس ہو سکتا؟ آخر کیوں! ہماری سوچ اتنی تنگ ہو گئی ہے" آخر الفاظ اس کا لہجہ دم توڑ گیا تھا۔اس سے مزید وہاں بیٹھا نہیں گیا۔ایمان کو دیکھنے چلے گئی۔ درینہ بیگم نے بس تاسف سے ایک نگاہ ان کے اوپر ڈالی تھی۔

ریاض کو بیٹھک میں آئے پانچ منٹ ہو گئے تھے۔اس نے ان پانچ منٹ میں فیاضی کے زبان سے صرف دو جملے سنے تھے "وقت بہترین گواہ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو صبر دیں"

اس نے آخری جملے پر فیاضی کو جواب دیا جو طنز کی صورت اختیار کر گیا "قدرتی موت پر

توپھر صبر آجاتا ہے لیکن حادثاتی موت پر صبر آئے نہیں آتا"....

ریاض نے اس پوری ملاقات میں فیاضی کے چہرے پر ایک اضطراب ایک بے چینی دیکھی تھی.انسانی وجود کچل دینے کے بعد جو چیز نہ دیکھی تھی وہ سوائے پچھتاوے کے کچھ اور نہ تھا.

وہ تھوڑی دیر اور بیٹھا علی صاحب سے باتیں کرتا رہا.پھر اٹھ کر چل دیا....

البتہ اس پورے وقت میں علی صاحب کا انداز فیاضی کے ساتھ قدرے نارمل سا تھا.

بلکل عام سے دنوں والا کیونکہ ان کا ماننا یہ تھا کہ جب تک گناہ ثابت نہیں ہو جاتا عدلیہ بھی مجرم کو مجرم نہیں کہتیں تو وہ کیسے فیاضی کو مجرم مان لیتے....

''''''''''''''''''''''''''''''''''''''

ضاد اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس رکھے سنگل صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ میں سر دیے مصروف سا تھا.چند منٹ کے وقفے کے بعد سر اٹھا کر کام کرتے لڑکے کو ہدایت دے دیتا"یہ چیز رکھ دو وہ چیز رکھ دینا"دوبارہ کام میں مصروف ہو جاتا.دو سنگل صوفوں کے درمیان ایک خوبصورت سی میز پڑی تھی جس پر نامکمل پزل پڑا تھا.جو غالباً کسی پرندے کا تھا لیکن کیا معلوم؟

وہ ابھی بھی ایسے ہی کام میں مصروف تھا کہ ہلکی سی دستک دے کر شیر واندر چلا آیا.سر

اٹھا کر اندر آتے اپنے وفادار کو دیکھ پیکنگ کرتے نوجوان لڑکے کو باہر جانے کا اشارہ کیا.

نوجوان کام والا لڑکا اس کے حکم کی تعمیل کرتا. سر ہلاتا دروازہ بند کر کے باہر چلے گیا. شیرو آداب سے ہاتھ باندھے اس کے ایک اشارہ کے انتظار میں تھا. ضاد کے سوالیا تاثر پر اسے نے لب کھولے بتانا شروع کیا" سر آپ کا اندازہ درست تھا. وہ جو آپ نے انگوٹھی دی تھی. اس میں ننھا ساوائس ریکارڈر لگا ہوا تھا. آپ نے جو باتیں مس زرہ ہارون سے کی تھیں. وہ ساری ریکارڈ ہوئی تھیں"....

اس نے زرہ کے بیٹھنے کے انداز سے, چال سے ملاحظہ کر لیا تھا. اس کے لیے یہ کوئی حیران کن بات نہ تھی. وہ اس کی صلاحیت سے باخوبی واقف تھا. شیرو کی بات سن کر اس کے لب مسکرا دیے.

شیروا پنے مالک کے تاثرات جان نہ سکا لیکن وہ ایک بات بہت پہلے سے جانتا تھا کہ وہ ضاد فیاضی تھا. چیل کی نظر والا.

ضاد بولا تو صرف اتنا "اور کچھ ؟" اس کا انداز بتا رہا تھا اگر کوئی اور خبر نہیں ہے تو وہ جا سکتا ہے.

شیرو جلدی سے بولا" سر مس زرہ ہارون سعودی عرب چلے گئیں ہیں, کل کی فلائٹ سے.........." ساری تفصیل ضاد کو سنا ڈالی....

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہوں" وہ جانتا تھا کہ دس پندرہ دن میں وہ لوگ پاکستان واپس آجائیں گے لیکن شیر و کی اگلی بات نے کہانی کا رخ ہی بدل کرر کھ دیا....

"سر! فیاضی سر کو مس زرہ ہارون کا پتا چل گیا ہے اور اب وہ ساری معلومات حاصل کر چکے ہیں. نیا لائحہ عمل تک تیار کر چکے ہیں. اور سر مس زرہ نے کل ہماری کمپنی کے کچھ illegal رپورٹ اپنے نیوز چینل کو دے دی ہیں. وہاں موجود ہمارے ایک بندے نے یہ خبر فیاضی سر کو دے دی ہے"....

اب کی بار ضاد سوچ میں پڑا تھا پھر چند منٹ بعد بولا "میری دبئی کی میٹنگ کے بعد کنگ ہشام سے میٹنگ فائنل کر دو, جدہ میں"....

وہ اس ساری کاروائی میں سمجھ نہیں سکا تھا کہ اس کا مالک ضاد فیاضی کرنا کیا چاہتا ہے لیکن وہ اپنے مالک کا وفادار تھا اس لیے خاموش رہا.

شیر و کہنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھ نئے لڑکے کو نہ لے کر جائے. لیکن وہ کہہ نہیں سکا تھا.

ضاد کے اشارے پر وہ واپس قدم اٹھاتا مڑ گیا تھا....

ضاد کام میں مصروف ہو گیا تھا. پھر بھی کہیں نہ کہیں وہ اس لڑکی میں الجھ کر رہا گیا تھا.

اس کے منا کرنے کے باوجود وہ بے خوفی سے ان کے خلاف کھڑی تھی لیکن کون

جانے کیوں؟....

سنگل صوفوں کے درمیان پڑی خوبصورت میز پر پڑے پزل کی طرح الجھا ہوا

.... ہاں کون جانے....

''

کہتے ہیں نہ کہ انسان گناہ کرنے کے بعد چند لمحات کے لیے اپنے سائے سے بھی بھاگتا ہے. تنہائی درکار ہوتی ہے. اپنے وجود کی آواز کو بھی دبانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے.

بلکل ایسے ہی فیاضی کا وجود بھی اندھیرے کی ضد میں تھا. تنہا نیم تاریکی کا حصہ. اس کی کرسی معمول کے مطابق ہل رہی تھی. دائیں ہاتھ میں پکڑی سگار جل کر آدھی ہو گئی تھی. کرسی کی چیں چیں کرتی آواز گھڑی کی ٹک ٹک سے مل کر کمرے کی چار دیواری میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی. مخصوص انداز میں دروازہ پر دستک ہوئی اور اس کے اجازت دیتے ہی وہی اس کا دائیں ہاتھ مؤدب انداز میں سر جھکے ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا.

اس نے ہاتھ میں پکڑی سگار کا ایک کش بھرا دھواں اس کی منہ سے نکلا" کیا خبر لائے

ہو؟"

"ریاض نے اپنے بندوں کے ذریعے کھوج شروع کروادی ہے"....

"وہ جو چاہتا ہے اسے دے دو. اسے یہی لگنا چاہیے کہ ہر چیز بلکل حقیقت ہی ہے"

سکون سے سر کرسی کی پشت پر جمایا ہوا تھا....

"جی صاحب!" بات کی تصدیق کرنی چاہی....

"وہ ڈرئیوار کی کھوج میں معاملے کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا اور بس اس دوران ہم الیکشن جیت لیں گے" ایک عزم تھا لہجے میں کسی انسانی جان چھین لینے کا غم بھی لہجے میں نہ تھا. شاید ضمیر کی آواز کہیں دور جا سوئی تھی.

اس کا دائیں ہاتھ سمجھ گیا تھا ریاض کو کس طرح راستے سے ہٹانا تھا.

لیکن کون جانے ان کی تدبیر

ان کے اوپر ہی الٹ جائے گئی....

ہاں کون جانے سچ سچ ہوتا ہے

اور بر حق ہوتا ہے....

لیکن کون جانے ہاں !

کون جانے....

""""""""""""""""""""

شہر تھا جدہ. دن تھا جمعہ. وقت تھا دس بجے کا. ناشتا کر کے اب سب مرد حضرات اپنے کمروں میں نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے. آج انہوں نے نماز جمعہ پڑھنے جانا تھا. البتہ زرہ اور زبور ازکا کے ساتھ کھڑی کچن میں باتیں کرتی کام میں مدد کر رہی تھیں. ازکا دوپہر کے کھانے کے لیے عربی ڈش کبسہ بنا رہی تھیں. ساتھ ٹماٹر کی اسپیشل چٹنی جس کے ساتھ یہ ڈش کھاتی جاتی تھی. "تو چاچی جی. آج ہم کہاں جائیں گے؟"

وہ ٹماٹر ہری مرچ کو گرینڈ کرتے ہوئے بولیں "ابنتی! (میری بیٹی) آج ہم پہلے نماز پڑھنے ہماری پرانی مسجد میں چلیں گے. جہاں ہم پہلے کبھی جاتے تھے. (پرانی یادوں کو تازہ کر کے مسکرائیں تھیں) پھر شام کو ہم فلمینگو (Filmingo) مال جائیں گے"....

"ارے واہ! مزہ ہی آگیا کیا خوب مست ٹرپ ہے"....

"میری پیاری بہن! اب جا کر ماما سے بھی بات کر لو جانے سے پہلے اور اس نالائق کی

بھی کروا دو۔ کل بھی تم دونوں کا پوچھ رہیں تھیں"....

"یار زر! تم نے مجھ نالائق کو یاد کیا تھا کیا؟" وہ اور ریان کچن کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ اور وہ سوالیا انداز میں مسکراہٹ دبائے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں بھائی تمہارے ساتھ کھڑے نالائق کو" ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا....

"مجھ بچارے کا کیا قصور ہے بھلا؟ میں آپ سے بہنا! پورے ایک سال بڑا ہوں تو زرہ لحاظ سے بڑے بھائی سے بات ایسے کرتے ہیں" شراتی لہجا تھا۔ سرمئی آنکھیں زرہ کو زچ کرنے پر لگی تھیں۔

تحریم کارٹون دیکھتی, ان کا شور سنے اٹھ کر کچن میں آگئی....

"میرے پیارے بھائیوں! اگر تم دونوں کو یاد ہو تو تم لوگوں کی ایک عدد امی ابو ہیں ان سے بات کر لو۔ کل ماما کی آج خالہ کی کال آئی تھی۔ باری باری تم تینوں کا پوچھ چکی ہیں۔ میں نے بھی صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے۔ آپ دونوں کے وہ دونوں نالائق بیٹے جہاز میں گم ہو گئے تھے" زرہ نے بھرپور شرمندہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایک نمبر کے

ڈھیٹ واقع ہوئے تھے. آگے سے دونوں اپنی بتیسی دیکھتے یہ جا وجا ہو گئے....

ان کے لڑائی جھگڑے, شور شرابے میں وقت گزر گیا تھا. اب وہ راستے میں رواں دواں جمعہ کی نماز کے لیے جا رہے تھے. اکیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد بلند بال نیم بھوری عمارت کی بالائی منزل پر عورتوں کے لیے بنی جگہ پر آ گئیں. سرخ نماز کے لیے دریاں بچھی ہوئیں تھیں. فل سائز اے سی دیواروں کے ساتھ کھڑے تھے. ایک جگہ شیلف پر قرآن پاک پڑے تھے. سامنے کی دیوار پر گھڑی لگئی ہوئی تھی. باقی ساری جگہ سادہ تھی. بلکل سادہ. امام صاحب کی خطبہ دیتوں ہوں کی آواز ایک کونے میں لگے اسپیکر سے آ رہی تھی. زرہ کی جائزہ لیتی نظریں ایک ضعیف خاتون پر پڑی جو غالباً سوڈانی خاتون تھیں. وہ تھی تو سیاہ فام لیکن ان کے چہرے پر نور ہی نور تھا. وہ چاہ کر بھی ان پر سے نظریں نہیں ہٹا سکی تھی. وہاں اور بھی خواتین تھیں. (جو خاموشی سے خطبہ سن رہی تھیں) خطبہ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا. زبور کا بھی یہی حال تھا. لیکن وہ پھر بھی خاموشی سے آدب کیے بیٹھی ہوئیں تھیں. بڑی خوشنودی سے فرض ادا کیے تھے باقی کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ از کا اٹھا کھڑی باہر کو چل دی تھیں. ناجانے کیوں زرہ کا دل کر رہا تھا ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ وہ رکے, انہیں قدموں سے پیچھے آ کر اس ادھیڑ عمر خاتون سے بات کرے لیکن

اس انجان ملک میں, انجان شہر میں انجان زبان میں ایک اجنبی سے کیا بات کر سکتی تھی.... لیکن ہائے یہ دل.... اس پر نور چہرہ کی ملکہ.... وہ اسے ان سب عورتوں سے بھی کئی زیادہ پیاری لگی تھی جو انسان معیار کی مطابق اصلی خوبصورتی شاہکار ہوتی ہیں.

ناجانے کیوں.....

دوسری طرف عثمان صاحب کے ساتھ وہ دونوں نماز پڑھ کر نکلے تھے کہ ساتھ ہی چھوٹے سے جنرل اسٹور کو دیکھ ریان پانی کی بوتل لینے چلا گیا. پیچھے وہ دونوں کھڑے تھے. عثمان صاحب کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ انہیں اچانک لگا تھا کہ زریاب اپنے قدموں پر اپنا وزن برقرار نہیں رکھ سکا. انہوں نے اس کی طرف فکر مندی سے دیکھا جو شاید چکر آنے کی صورت میں اپنا سر تھامے کھڑا تھا. انہوں نے جلدی سے اسے سہارا دیے گاڑی میں بیٹھایا تھا.

اے سی فول کیا تھا. گاڑی میں پہلے سے موجود پانی کی بوتل دی تھی. اس نے گرم پانی کے دو گھونٹ مشکل سے حلق سے نیچے اتارے تھے. عثمان نے فکر مندی سے پوچھا تھا

"اب کیسے ہو؟

"میں ٹھیک ہوں چاچو. کچھ نہیں یہ معمولی سے چکر تھا" مشکل سے مسکرا کر تسلی دی....

عثمان نے اب کی بار کچھ نہیں کہا بلکہ دل میں ارادہ کر لیا تھا پرسوں سب سے پہلے وہ اپنے ساتھ اسے لے کر جائیں گے .اور ساری معائنہ کروائیں گئیں. انہیں اتنا تو انداز ہو گیا تھا. زریاب کو چکر پہلی بار نہیں آیا تھا. اگر وہ اس کو کہتے یقیناً وہ مذاق میں ٹال دیتا. جب تک ازکا, زرہ, زبور اور تحریم بھی آ گئے تھے ریان کے آتے واپس کی اور چل دیے تھے. راستے میں ریان نے کہا"اف چاچو! ایک پانی کی بوتل دو ریال کی آئی یعنی پاکستانی ساٹھ روپے کی ہائے! اتنی چھوٹے بوتل ہمارے پاکستان میں چالیس کی مل جاتی تھی. ساتھ بیس کی چپس بھی آ جاتی تھی"معصوم سا منہ بنائے بولا ساتھ بوتل کا کیپ کھولے پانی پیا....

عثمان نے مسکراتے ہوئے کہا" چلو پینے کے لیے ٹھنڈا پانی تو مل گیا"....

ایسے ہنستے مسکراتے سفر نکل گیا تھا گھر آتے تین بج گئے. دیر سے ناشتا کرنے کی وجہ سے سب تھوڑی دیر آرام کرنے اپنے کمروں چلے گئے. عصر کی نماز پڑھ کر وہ سب ٹانگ ٹیبل کے بجے لاؤنج میں زمین پر سفرۃ(table cover type)بیچھائے بیٹھے تھے. ازکا نے اس کے اوپر کبسہ ڈالا دیا ساتھ بول میں وہی ٹماٹر والی چٹنی رکھ دی اور ان سب نے کھانا شروع کیا. ان کے لیے یہ بلکل مختلف تجربہ تھا. اب وہ سب ازکا, عثمان, تحریم کو دیکھ کر اپنے حصے کے چاول اپنی سائیڈ کرتے چٹنی ڈالے کھانے لگے

تھے. بہت مختلف انداز تک لیکن اچھا تھا. انو کھا سا. پلیٹس میں کھانے والے آج سب ایک ساتھ پلاسٹ کے دستر خوان پر اپنے اپنے حصے سے کھا رہے تھے. زبور نے کہا "چاچی چاول بڑے مزے کے ہیں. بلکل اپنے پاکستانی پلاؤ کی طرح کے سوائے ان بادام, کشمش وغیرہ کو نکال کر"

ریان نے بھی یہ کہا تھا بس آخر میں دو تعریفی الفاظ کہے "لیکن واہ! مزہ آگیا" پاکستان کے طویل قصوں میں کھانا کھایا. کھانے کے بعد از کا نے درمیان میں پڑے صاف چاولوں کو دوبارہ بول میں ڈال دیا. یہ پلاسٹک کا دستر خوان ڈس بین میں پھینک دیا. باقی برتن دھونے لگئیں.

شام ڈھل گئی تھی. مغرب کی نماز کے بعد وہ سب فلمینگو مال (Filmingo Mall) آگئے تھے. سامنے سبز حروف میں فلمنجو پارک لکھا ہوا تھا اس سے اوپر فلمینگو (راجہنس, لال سر) بنا ہوا تھا لمبی گردن, لمبی ٹانگوں اور لمبی چونچ والا لال پرندہ تھا.

ان دونوں بہنوں کے درمیان چلتی چھوٹی لڑکی نے بڑی سمجھ داری سے ان کی نالج میں اضافہ کیا "فلمینگو بنیادی طور پر توازن (balance) کو ظاہر کرتا. یہ پرندہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو سکتا ہے اس کے بارے میں ایک theory یہ دی گئی ہے کہ

جہاں ان کا خوراکی ایریا ہوتا اور وہاں ٹھنڈا پانی ہو تو وہ اپنی جسم کو گرم رکھنے کے لیے ایک ٹانگ پر کھڑے ہوتے ہیں. یہ صرف ایک theory ہی ہے...

فلحال "اس پہلے وہ کچھ اور بتاتی زبور نے مسکراتے ہوئے کہا "نہ میری بہن نہ! آگے ہمیں اگلی بار بتانا اب ہم اندر چلتے ہیں. اس کا انداز پر خاص طور پر معافی کے اسٹال میں ہاتھ جوڑے انداز پر تحریم اور زرہ دونوں کو خوب ہنسی آئی تھی. گراؤنڈ فلور کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ سب فلیمنگو مال میں داخل ہوئے تھے. سب سے پہلے ان کی نظروں نے سامنے موجود خوبصورت منظر کا نظارہ کیا تھا. گراؤنڈ فلور سے بلائی منزل کو جاتی دو لفٹس (lifts) کے درمیان سے گول سی شکل میں بنا پول آدھے چاند کی طرح بنا, تھوڑے فاصلے کے بعد لمبائی میں پھیلا ہوا تھا. لمبائی میں پھیلے پول والے حصے کے آخر میں تھوڑی اونچا کر کے پیالے کی طرح گول سی جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی. لمبائی میں پھیلے پول والے حصے کے درمیان نہایت خوبصورتی سے تھوڑی پتلی لیکن چیچ کے تنے کی طرح چند فٹ کی جگہ پر کھجور کے درخت لگے ہوئے تھے. پول میں جگہ جگہ فوارے تھے. جو بہہ رہے تھے. نیلے پانی میں ڈوبا ہوا سنگِ مرمر کا فرش بے حد خوبصورت منظر کی عکاسی کر رہا تھا. اس پر روشن سفید لائٹس. ویسے ہی پول کے گرد کچھ فاصلے پر اور بھی درخت لگے ہوئے تھا. قسیم منظر کے بعد زبور اپنی عادت سے

مجبور تحریم کا ہاتھ پکڑے پول کے پاس لے گئی۔ان یادگار لمحات کو موبائل کے کیمرے میں محفوظ کرنے لگی۔ کبھی ایک جگہ بہتے فوارے کے سامنے۔ کبھی دوسری جگہ کسی درخت کے سامنے۔ کئی تصاویر تو اس پرکشش منظر کی اتار ڈالی تھیں۔ تحریم اس کے ساتھ قدم ملانے کے چکر میں اپنے کندھے پر لٹکتے گرتے چھوٹے سے بیگ پیک کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ریان اور زریاب بھی چند ایک تصاویر اتارنے کے بعد ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارے ہنسے تھے۔اور وہ تصاویر ان سب کے گروپ پر بھیج کر اب دانیال اور وفا کو چڑا رہے تھے۔"آؤ بچوں پہلے تھوڑی سی گروسری کر لیں"عثمان صاحب نے ان سب کو بلایا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی گروسری کے بعد اب وہ دونوں لڑکے اور تحریم عثمان صاحب کے ساتھ جھولوں والی جگہ پر آ گئے تھے۔یہاں زیادہ تر بچوں والے جھولے لگے ہوئے تھے۔زرہ,زبور اور راز کا عورتوں کے پسندیدہ مشغلے یعنی شاپنگ میں مصروف تھیں۔زریاب نے ریان کو دیکھتے آنکھ مارتے پوچھ "بھائی یار! چل ہم بھی بچپن کے دنوں کو ایک بار پھر گزار لیں"ریان ہاتھ کھڑے کیے نفی میں سر ہلاتا بولا "نہیں بھائی کے بھائی"

"لیکن کیوں"زریاب پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہا تھا....

"سمجھا کرنا بھائی میرے! مانا کے میرے ابا بہت ہی امیر ہیں لیکن میں معصوم اپنی محنت کی حق حلال کمائی یہاں ان چیزوں پر نہیں لگا سکتا" سمجھداری سے اس کے کندھے کو دباتے عقل کی بات زریاب کے ذہین میں ڈالنے کی کوشش کی....

زریاب نے ایک نگاہ اِرد گرد دوڑائی لیکن عثمان ان سے چند فٹ کے فاصلے پر جھولے لیتی تحریم کے پاس کھڑا تھا. دوبارہ اپنے اس دو انچ لمبے ریان کو دیکھتے طنز کرتا بولا "بھائی صدا کے صدا کنجوس ہی رہنا. صحیح ہے!" پیر پٹختا چل دیا.

اس کو جاتا دیکھ ریان نے افسوس سے آہ بھری ساتھ اپنی نیلی پینٹ کی جیب پر ہاتھ مرتا بڑبڑایا "میں نے اپنی حلال کی کمائی سے کیا عمدہ چیزیں کھانے کا پلین بنایا تھا لیکن اس بھورے بلے نے راستہ کاٹ لیا" نقلی آنسو پونچھتا آخر زریاب کی بات مان گیا تھا. جدہ کے اس مال کے اس فن فیکٹری کی تباہی کر ڈالی تھی. عثمان نے بڑے آرام سے ان کئی الٹی سیدھی تصویریں کھینچ لی تھیں. ان سارے شور گول میں آخر وہ سب ایک ساتھ فوڈ کوٹ میں بیٹھے تھے. تھکن ان سب پر طاری تھی. ان کی میز پر مختلف فاسٹ فوڈ کے کھولے ڈبے پڑے تھے. عثمان ان سب کے لیے البیک کی آئسکریم کی لے آیا. پہلے چمچ بھرتے ریان کی زبان سے پہل لفظ نکلا "وہ مزہ آگیا" آئسکریم سے بھر المبا کپ دیکھ اس کے مزے ہی ہو گئے تھے. زبور نے ازکا سے کہا "یہاں بہت زیادہ پاکستانی,

انڈین فیملیز ہیں"....

"پیاری! یہ مال العزیز میں ہے نا اس لیے, یہاں پاکستانی اور انڈین لوگ زیادہ رہتے اور آج ویکینڈ بھی ہے"....

" صحیح "سر ہلایا اور پھر اسکریم کی تصویر کھینچنے لگی.

تبھی زرہ کا فون بجا تھا. وہ کال اٹھاتی تھوڑا فاصلے پر آگئی "جی انکل!"....

دوسری طرف سے سکندر صاحب کی بات نے اس کے ہاتھوں سے طوطے اڑا دیے. دو منٹ کی مختصر سی گفتگو کے بعد جیسے ہی پلٹی تو سامنے زریاب کھڑا تھا "کیا ہوا زر؟ سکندر انکل کیا کہہ رہے تھے؟"زریاب اس کے اٹھتے ساتھ اس کے پیچھے آگیا تھا. وہ سنکدر انکل کا نام پہلے ہی اسکرین پر دیکھ چکا تھا. وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سکندر صاحب زرہ کو رات میں صرف تب کال کرتے ہیں جب کوئی ایمر جنسی ہو. تو بس پھر وہ تو تھا ہی زرہ کی ڈھال کیسے چھوڑ دیتا اسے اکیلا....

اس نے پریشانی زریاب سے چھپانے کے بجائے سارا ماجرا اس کے گوش گزار دیا "تمہیں یاد ہے, میں ایرپورٹ پر ایک فائل پر کام کر رہی تھی. بعد میں, میں نے وہ فائل سکندر انکل کو میل کر دی تھی. اور یہ بات ہمارے آفس کے کسی بندے نے فیاضی تک پہنچا دی. کیونکہ اس فائل میں ان کے کسی غیر قانونی (illegal)

کنسٹریکشن پروجیکٹ کے خلاف پکے ثبوت تھے۔اور وہ فائل آج صبح کسی نے سنکدر انکل کے لیپ ٹاپ سے غائب کردی۔ میرے اتنے گھنٹوں کی محنت پر پانی پھیر دیا" اس کے لہجے میں نمی تھی "زریاب تم جانتے ہو میں نے کتنے سال اس وقت کا انتظار کیا اب جب میں اتنا قریب پہنچ گئی ہوں پھر سے وہی کہانی دہرائی جارہی ہے۔ آخر کیوں !"....

زریاب نے حوصلہ دیا "زرا اس بار ایسا نہیں ہوگا۔ تم اکیلی نہیں ہو۔ ہم ہیں۔ خاص طور میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ اپنی آخری سانس تک اور پریشان نہ ہو۔ ہم اس کا بھی کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔ بے فکر ہو جاؤ۔ ہماری زرہ! ہم نے بہت سے مسائل کو حل کیا ہے تو یہ بھی ہو جائے گا ویسے بھی اگر جستجو ہو تو انسان ناممکن بھی ممکن کر سکتا ہے۔ بلکل زرہ ہم ممکن کر لیں گے" وہ اسے دلاسہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن خود الجھ گیا تھا....

وہ زرہ کا بھائی تھا....

سائے کی طرح ڈھال تھا....

لیکن کون جانے یہ ڈھال

قائم رہ سکے بھی یا نہیں؟

کون جانے ہاں! کون جانے....

سوائے آدم ذات کے رب کے....

''''''''''''''''''''''''''''''''''''''

کہتے ہیں نہ کسی کے چلے جانے سے دنیا ختم نہیں ہو جاتی. وقت رک نہیں جاتا. ہر چیز ویسے ہی چلتی رہتی ہے لیکن جانے والوں کے پیچھے وہ جگہ یکسر خالی رہ جاتی ہے. اسے کوئی بھی پُر نہیں کر سکتا.

فیض کو گئے ہوئے تقریباً دو ہفتے گزر گئے تھے. ریاض نے اپنے طریقے سے ساری تحقیقات شروع کروادی تھیں. اس کی انتھک محنت کے بعد آخر وہ اس ٹرک ڈرائیور تک رسائی حاصل کر گیا تھا. علی صاحب بڑی مشکل سے پر آخر کار اپنی معمول کی زندگی کی اور آ گئے تھے. درینہ بیگم بہت ہمت و صبر سے سب کا حوصلہ بنی ہوئی تھیں. فاطمہ فیض کی راہ کو چنتے ہوئے بڑے حوصلے سے اپنے آپ کو جوڑ رہی تھی. ننھا میر اس ساری داستانِ ایثار میں ننھے سے ذہین میں ہزاروں سوالات لیے متلاشی نظروں سے داخلی دروازے پر نظر جمائے, ہر آنے والی ہستی میں اپنے باپ کو تلاش کرتا لیکن کسی

اور کو پا کر دوبارہ مڑ جاتا. ایک نئی امید کی کرن باندھ لیتا.

ان سب کے سوائے اگر کوئی حقیقت کو تسلیم نہیں کر پا رہا تھا تو ایمان تھی. اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا آخرے کرے تو کرے کیا؟ آخری اپنے بھائی کو تلاشے تو تلاشے کہاں؟ فاطمہ کو دیکھ کر اس کا دل کئی بار کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا. میر کو دیکھ کر اس کا کلیجہ منہ کو آتا تھا. وہ جائے تو جائے کہاں؟ وہ اپنے بھائی کو لائے تو لائے کہاں سے؟ وہ ان ہی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی. اس کی بیٹی درینہ بیگم کے کمرے میں سو رہی تھی. وہ چونکی تو تب جب ریاض نے آواز دی. اس نے گردن ترچھی کر کے اپنے سے کچھ فاصلے پر تھکن زدہ چہرے, شکن ابھری وردی پہنے ریاض کو بیٹھے دیکھا جو ہاتھ میں کیپ پکڑے اس کی طرف دیکھ رہا تھا. مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا. اس نے قدرے آہستہ آواز میں سلام کا جواب دیا. پھر ایسے ہی چند منٹ ارد گرد کی باتوں کے بعد وہ دوبارہ خاموش ہو گئی. ان کے درمیان خاموشی کا وقفہ طویل ہو تو ریاض ان کہی کہانی کو سمجھ کر نرم سے انداز میں اس کا ہاتھ تھام کر سمجھانے لگا "میری پیاری! کہتے ہے نا: جن معاملات میں آپ کچھ نہیں کر سکتے ان کے لیے پریشان ہونا نادانی ہے. اور جن معاملات میں آپ کچھ کر سکتے ہیں ان کے لیے پریشان ہوتے رہنا زیادہ بڑی نادانی ہے"....جس سے محبت کرتے ہوں اسے کیسے ضائع ہونے دے سکتے ہیں تو ریاض

کیسے اسے رائیگاں جانے دیتا.

''

وہ آج یونی آیا تو ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا. چھوٹیوں کی وجہ سے سوائے چند طلباء کے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا. روز بر خلاف سفید شلوار قمیض میں تھا. خوشگوار موڈ میں اپنا کام ختم کیے اب دوبارہ گاڑی میں سوار کنٹین کا ارادہ ترک کیے واپسی کی اور لوٹنے کی جلدی میں تھا. اس نے جا کر اپنے فاؤنڈیشن کے بچوں کی کلاس لینی تھیں. وہ میڈیا سائنسس کے ڈپارٹمنٹ کے سامنے سے گزرتا کچھ آگے آیا تو اس نے دیکھا ایک سیاہ چادر اوڑھے لڑکی جس نے چہرے کے گرد اسی چادر کے پلو سے نقاب کیا ہوا تھا. اس کے بلکل پیچھے دو لڑکے اپنی مستی میں آوازیں لگاتے چل رہے تھے. وہ لڑکی تیز قدم اٹھاتی بھاگنے والے انداز میں چل رہی تھی. ابھی وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا ایک دم اس کے ذہین کے پردے پر ایک سیاہ لہرایا تھا اور وہ اسے پہچان گیا. وہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ زرہ اور وفا کی دوست دانیا تھی. یونیورسٹی میں کم تعداد میں طلباء کی وجہ سے وہ لڑکے ایسی چھچھوری حرکت کر رہے تھے. دوسرے ہی پل اس نے وفا کا نمبر ملایا تھا. وفا نے پہلی بیل پر کال اٹھالی. اس نے سلام دعا کے بعد پوچھا "کیا وہ آج یونی آئی گئی؟"

وفا نے بتایا کہ وہ یونی کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہو گئی ہے.

اسے تھوڑا سکون ہوا تھا. اس نے جگہ بتا کر گاڑی کی رفتار بلکہ آہستہ کر دی چند منٹ میں وفا دانیا تک پہنچ گئی تھی. وفا کے پہنچتے وہ دونوں لڑکے بھاگ گئے تھے. اسے بھی واپس کا ارادہ ترک کر کے کنٹین جانا پڑا کیونکہ وفا نے کال پر بتایا تھا کہ اس کا ڈرائیوار واپس چلا جائے گا. وہ ان دونوں کو گھر چھوڑ دے. ناچاہتے ہوئے بھی وہ رک گیا تھا. کیونکہ وہ اس سنسان ماحول میں ایک منظر تو دیکھ چکا تھا. کنٹین پر ایک گھنٹا انتظار کے بعد وفا کی کال پر وہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کے باہر آ گیا. اسے جلد سے جلد کلاس لینے پہنچنا تھا. بچے اس کا انتظار کر رہے تھے. چند منٹ بعد وفا دروازہ کھولے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی. دانیا آہستہ سے دروازہ کھولے پچھلی سیٹ پر کچھ ہچکچاتے بیٹھی. اس نے اپنی پچھلی سیٹ پر دانیا کا بیٹھنا اور اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے بیک ویو مرر کو چھت کی اور کر دیا. سپیڈ سے گاڑی بھاگ لے گیا تھا. تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے وفا سے دانیا کا پتا معلوم کر کے گاڑی اس کی گلی میں موڑ لی. دانیا اس پورے سفر میں پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی "بس یہاں روک دیا" وہ ایک منٹ ضائع کیے بغیر اس کا شکریہ کرتی اتار گئی. لیکن دانیا کو اس سیاہ گیٹ سے اندر جاتے دیکھ. دانیال کو کچھ یاد آیا تھا. کوئی اپنا, کوئی چند لمحوں کے لیے بنا اس کا مسافر. وہ نرم مزاج خاتون. وہ تو اس ملاقات کو کبھی بھول نہیں سکا تھا. ان خاتون کے لہجے میں اس کے لیے شفقت ہی شفقت تھی.

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا. دانیا اسی گھر میں رہتی ہو گئی. اس کا بڑا دل کر رہا تھا کہ وہ ان سے جا کر ملے لیکن جاتا تو جاتا کیسے؟ وفا کے آواز دینے پر اس نے سر جھٹک کر گاڑی واپسی کی اور موڑلی تھی. کہتے ہیں نہ: منزل کو پانا کبھی آسان نہیں ہوتا اجنبی راستوں کا سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر منزل نصیب ہوتی ہے.....

''''''''''''''''''''

فیاضی لال حویلی کے ڈائننگ ٹیبل کی سر براہی کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا. اخبار کے صفحات پلٹتا ایک صفحے پر آ رکا ساتھ اس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی. ایک اطمینان اس کے چہرے پر پھیل گیا. اس کی ترکیب کام آئی تھی. پہلا وہ اپنے راستے کے سب سے بڑے کانٹے (یعنی فیض) کو اٹھا کر کہیں دور پھینک چکا تھا. دوسرا فیض کی موت پر لوگوں کی ہمدردی بھی حاصل کر چکا تھا. کل کی پولینگ کے نتائج آج سامنے آنے تھے. لیکن وہ اس سے پہلے ہی جانتا تھا کہ جیت اس کا مقدر بنے گئی. کام والے نو عمر لڑکے نے ایک گلاس تازہ پھلوں کے جوس کا لا کر اس کے سامنے میز پر رکھا اور دوبارہ مڑ کر وہیں چلا گیا. جہاں سے آیا تھا. اس کا بوڈی گارڈ اس کا وفادار پریشان لہجے میں اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا. مؤدب سے انداز میں ہاتھ باندھے سر جھکائے اپنا مدعا فیاضی کے سامنے پیش کیا" صاحب ریاض نے ٹرک ڈرائیور کے ذریعے مزید انفارمیشن حاصل

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کرلی ہے. وہ بڑی باریک بنی سے ہر چیز کا جائزہ لے رہا ہے, ممکنہ طور تک وہ کچھ ہی
دنوں میں آپ تک رسائی حاصل کر لے گا" فیاضی کا جوس والا گلاس منہ کو جاتا ایک دم
رکا تھا. اس نے کلاس کو میز پر پٹکنے والے انداز میں رکھا. غصے سے اس کی مٹھیاں بھیچ گئی
تھیں. اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دوسری قبر میں ریاض کو اتار دے لیکن وہ فیاضی
تھا. اس کے پاس ہمیشہ ہر چیز کا حل ہوتا تھا تو وہ اب کیسے ہار مان لیتا. اپنی منزل کے اتنا
قریب آکر. ناممکن سا تھا. اپنے آپ کو ٹھنڈا کر کے انتہائی پر سکون انداز میں دوبارہ سے
جوس کے کلاس اٹھا کر ایک گھونٹ بھرا ساتھ انتہائی سنجیدگی سے بولا "یہ طاقت و
شہرت کا نشہ بڑا طاقتور ہوتا ہے. دولت سے بھی کئی زیادہ طاقتور. جس کسی کو بھی ایک
بار چڑھ جاتا ہے تو اسے ایسا دیوانہ کرتا ہے کہ اس شخص کو صرف ہوش تب آتا ہے جب
وہ جان سے جاتا ہے" اس کا وفادار اپنے خدشات کو نظر انداز کیے بڑی سمجھداری سے
دوبارہ وہی سوال کر گیا تھا "لیکن صاحب! ریاض کا کیا کرنا ہے؟ اسے کیسے روکنا
ہے؟"

"پتا ہے رحم دل! ہر انسان کی ایک کمزوری ضرور ہوتی ہے. کوئی بھی شخص اپنی
کمزوری کا سب کے سامنے اظہار کرنا نہیں پسند کرتا. بس تمہیں وہ ایک کمزوری کو
استعمال کرنا ہے اور بازی ہمارے ہاتھ ہوگی" جوس کے گلاس سے گھونٹ بھرا" اس

ٹرک ڈرائیور کا ایک بیٹا ہے۔ جو پاؤں سے معذور ہے۔ جس کی خاطر اس نے اس بات کی پرواتک نہیں کی وہ کس راستے کو چن رہا ہے۔ بس تمہیں اُس کی اولاد کو ہتھیار بنانا ہے"....

اس نے بات کے اختتام پر فرمانبرداری سے سر ہلادیا۔

فیاضی کے لبوں پر شاطر مسکراہٹ رینگ گئی۔ تباہ کن مسکراہٹ۔ ہر چیز کو فنا کر دینے والی۔ ہر چیز کو راکھ میں بدل دینے والی....

''''''''''''''''''''''''''''''''''

الکورنیش روڈ الحمراء ضلع جنوبی جدہ میں بنایہ خوبصورت لگژری ہوٹل "فندق ریتز کارلتون"

(The Ritz-Carlton Jeddah)

کا پرآسائش کمرہ تھا۔ داخلی دروازے کے بعد ایک لمبی راہداری تھی۔ اس کے آگے نہایت خوبصورت لاؤنج تھا۔ ساتھ تھوڑے سے فاصلے پر ایک کمرہ تھا۔ پھر لاؤنج سے گزر کر دوسرا کمرا تھا۔ جہاں سے نیم بلند دو لوگوں کی عام سے لہجے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ غالباً ان کے کمرے کا دروازہ کھلا رہا گیا تھا۔ کمرے کے اندر آؤ لگژری کمرہ، ماسٹر بیڈ روم تھا۔ جو ہلکے جامنی اور سفید کے امتیاز میں نہایا ہوا تھا۔ بس چار

دیواروں میں سے ایک دیوار پر گھائل ہرن کی D3 تصویر بنی ہوئی تھی....

فیاضی بیڈ پر آرام دہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا. ضاد بیڈ سے تھوڑے فاصلے پر پڑی آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا. فیاضی نے پوچھا "تمہاری دبئ والی میٹنگ کیسی رہی؟"

کندھے اچاکتے بے نیازی سے جواب دیا "ہمیشہ کی طرح کی"......

فیاضی سمجھ گیا کہ یقیناً اچھی تھی بس "ہوں" کیا.... "اب کیا ارادہ ہے؟" اس سے اگلا سوال کیا....

"کچھ خاص نہی یہاں ایک میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے. پھر واپسی" عام سا انداز....

"ہمم!" سر ہلا دیا....

NEW ERA MAGAZINE
.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیوار پر بنی تصویر میں گھائل ہرن کی گردن سے سرخ لہو بہہ رہا تھا....

"بابا! آپ کی ملاقات اس شخص سے ہو گئی جس کے لیے آئیں تھے؟" ہوا میں تیر چلایا....

"نہیں لیکن بہت جلد ہو جائی گئ" فیاضی کی آنکھوں میں جنون سا تھا ختم کر دینے کا....

وہ پوچھنا چاہتا تھا آخر وہ اس کو کیوں مارنا چاہتے ہیں لیکن پوچھ نہ سکا....

فیاضی شاید اس کی خاموشی سمجھ گیا تھا "کبھی کبھی جو چیز جیسی دیکھتی ہے ویسی ہوتی

نہیں! میں اس بار بھی اس کھیل کو اپنے نام کر لوں گا" ایک کہکااس لگژری ہوٹل کی دیواروں نے سنا تھا۔ ایک بار پھر برائی غالب آنے کو تھی۔ لیکن کون جانے....

''

کل کادن گھر پر آرام کرتے گزر گیا تھا۔ کورنیش جانے کا ارادہ بھی بدل دیا۔ شام کو صرف واکنگ ٹریک اور پھر ایک جگہ سے آئسکریم کھا کر گھر واپس آ گئے۔ جمعہ کی رات کومال سے واپسی پر جو پہلی خبر ریان اور زریاب کے گوش گزاری تھی وہ یہ تھی کہ ان کے جھولوں پر تفریح والی کئی تصاویر فیملی گروپ پر عثمان نے بھیج دی تھیں۔ نتیجتاًان کی سب نے وہ ڈانگ کھینچی تھی جو بیان کرنا مشکل تھا لیکن خیر وہ کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی گئے تھے۔ آج اتوار کے روز عثمان اور ازکا ان دونوں کو اپنے ساتھ ہاسپٹل لے آئے تھے۔

کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی ہسپتال

King Abdulaziz University Hospital

اب وہ دونوں ان کو ہسپتال گھمارہے تھے۔ لیکن ازکا کال موصول ہوتے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی اور جا چکی تھی۔ کچھ اور دیر وہ لوگ گھومتے رہے تو عثمان بھی آخر اپنے کیبن میں آ گیا۔ وہ مریضوں کو چیک کرتا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو شاید اب کوئی گیم

کھیل رہے تھے. تقریباً لنچ بریک کے بعد ازکا بھی آگئی تھی. ریان کو ڈاکٹر محمد بن علی بن ناصر کی کمپنی میں چھوڑ گئے. ڈاکٹر محمد کافی خوش مزاج سا نوجوان تھا. بتاؤں میں ریان کی بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی. اس نے ہسپتال کی تعریف کی "آپ کا ہسپتال بہت صاف ستھرا اور پیارا ہے حالانکہ گورنمنٹ کا ہے"....

جواباً ڈاکٹر محمد بن علی مسکرایا "واللہ! ہماری گورنمنٹ بہت خیال کرتی ہے" اس کا انگریزی لہجا سمجھ آنے کے لائق تو تھا.

ایسے ہی اور باتیں کرتے ریان نے بھی اپنے ملک کی تعریف کرتے کہا "ہمارے ملک میں بھی کئی بڑے اچھے ہسپتال ہیں اور ہر طرح کی ایمرجنسی کے لیے دستیاب ہوتے ہیں. صاف تو یہاں کے ہسپتال سے بھی کئی زیادہ ہوتے ہیں" اس نے پاکستان کی تعریف کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سعودی ڈاکٹر نے کون سا پاکستان کے گورنمنٹ ہسپتال جا کر چیک کرنے تھے عیاں صاف ہیں یاں گندے....

دوسرے طرف وہ اسے دو تین ماہر ڈاکٹروں کو دیکھانے کے بعد اب اس کی کئی رپورٹس کروچکے تھے. زریاب نے شروع میں احتجاج کرنے کی کوشش کی لیکن عثمان بھی اس کا چاچو تھا کیسے ہار مان لیتا تو نتیجتاً زریاب ہار مان کر چپ ہو گیا. ویسے بھی ان کی بحث اس جملے پر ختم ہوئی "اگر تمہیں یقین ہے کہ تمہیں کچھ نہیں ہوا میرے بیٹا! تو

بس پھر میری تسلی کے لیے رپورٹس کروالو"....

اب ٹیسٹ کرواکر وہ جارہے تھے لیکن ڈاکٹر احمد ناظم (پاکستانی ڈاکٹر) نے عثمان کو اپنی آفس میں بلایا تھا. وہاں سے لوٹنے کے بعد واپسی کے پورے راستے عثمان صاحب خاموش رہے تھے....

لیکن کیوں!

ناجانے کیوں....

کوئی ناجانے.....

''

اپنوں کی جدائی بڑی جان لیوا ہوتی ہے. انسان کے سارے حواس کو بے جان کر دیتی ہے. انسان کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے. انسانِ وجود کے حصوں کو دوبارہ اسی انداز میں جوڑنا اور ویسے ہی یکجا کرنے میں کئی صدیوں کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے لیکن وہ فاطمہ تھی. فیض کی بیوی. میر کی ماں. وہ کیسے ہار مان لیتی. اس نے اپنے گرد موجود اپنوں سے صرف ایک چیز تحفے میں لی تھی. وہ تھی ہمت و صبر. وہ ایک صابر خاتون تھی. باہمت خاتون. وہ اس بات پر کامل توکل رکھنے والوں میں سے تھی. اللہ صرف ان کی مدد کرتا ہے. جو اپنی مدد خود کرتے ہیں اور صرف اس رب پر توکل کرتے

ہیں. وہ فیض کی جدائی میں دل برداشتہ نہیں ہوئی تھی. ناامید نہیں ہوئی تھی. وہ اپنی روح کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں قربان کر کے بڑی عاجزی سے اس مالک کی شکر گزار تھی. وہ غمگیں تھی. افسردہ تھی لیکن وقت کے رب سے پرامید تھی. فاطمہ ایک بار پھر کچھ وقت کے بعد اپنے آپ کو پیروں پر کھڑا کر چکی تھی. وہ معمول کے مطابق سینٹر جاتی. گھر کے کام کرتے. گھر والوں کے ساتھ وقت گزارتی. میر کو اپنے وقت کا بہترین حصہ دیتی. بس دن کی ڈھلتی سفیدی کے ساتھ رات اترتے وہ سجدے میں گر جاتی اپنے روح کے سارے آنسوؤں بہادیتی. دوبارہ دن کی روشن پرنور سویرے کے ساتھ ایک نئے عزم لیے پرجوش ہوتی. وہ پہلے دن سے جانتی تھی. فیض کی جان ایک حادثے میں نہیں گئی بلکہ اس کی جان وقت کے فرعون نے لی تھی. فاطمہ اپنے آپ کو وقت کے فرعون کے خلاف تیار کر رہی تھی. وہ جانتی تھی. حق ہمیشہ حق ہوتا ہے. برحق ہوتا ہے. امر ہوتا ہے. آج بھی گہرے رات کے سائے اپنا بسیرا کیے ہوئے تھے. میر پلنگ پر بے خبر سو رہا تھا. فاطمہ جاء نماز کی تہہ لگا کر پلنگ کے کنارے پر رکھے ویسے ہی نماز کے انداز میں باندھے ڈوپٹے کے ساتھ باہر کو کھولتی کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی. نیم کھلی کھڑکی کے باہر سے مدھم ہوا اس کے نتھوں سے ٹکرائی تھی. اس کے وجود میں پھیلی بے چینی بڑھ رہی تھی. ہر سو عجیب سی ایک وحشت تھی. ہر چیز

افسردہ تھی. اس کے خیال منتشر ہو رہے تھے. اس کی سوچ نے ماضی کے اوراق الٹا دیے. وقت انتظار میں کھڑا. پچھلے کچھ دنوں میں سے ایک دن کے کچھ لمحات کی منظر کشی کرنے کو "فاطمہ, میری پیاری فاطمہ! تم کیوں گھبرا رہی ہو" کھڑکی کے پار اندھیر میں فلم کی طرح دو عکس ابھرے تھے. فیض فاطمہ کے پاس پلنگ پر بیٹھا اس کا ہاتھ تھامے نرمی سے حوصلہ دے رہا تھا. فاطمہ اظرابی کیفیت میں فیض کی طرف دیکھ رہی تھی. (یہ فیض کے دنیا سے رخصت ہونے سے ایک رات قبل کا وقت تھا) اس کا نفی میں ہلاتا سر فیض کو پریشان کر رہا تھا "میری پیاری بیوی! اللہ نے تمہیں بے پناہ بہادر بنایا ہے. وہ ہر چیز سے باخبر ہے. میری جان فاطمہ! سیدنا عبداللہ بن عباس (رح) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیچھے سوار تھے. تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں "اے لڑکے! اللہ کا دھیان رکھ! وہ تیرا دھیان رکھے گا. اللہ کا دھیان رکھ! تو اسے اپنے سامنے پائے گا. اور جب سوال کرے فقط اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگ اللہ سے مدد مانگ اور جان لے ساری دنیا اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے فائدہ پہنچائیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے. مگر جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے. مگر جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے, قلم خشک ہو گئے اور صحیفے لپیٹ

دیئے گئے۔"(ترمیذی کتاب صفت القیامتہ 2516, مسند احمد: 2673) حیاتِ فیض تمہیں ابھی بھی خوف آرہا ہے؟" فاطمہ نے ہلکی نم پلکیں اٹھا کر فیض کی طرف دیکھ کر سر ایک بار پھر نفی میں ہلایا۔اس بار اس کے انکار میں مکمل توکل تھا۔یقین کی لگن تھی۔ فیض مدھم سہ فخریہ مسکرایا تھا۔ پھر کچھ یاد آنے پر اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ سے نکالتا پلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مناسب قدم اٹھاتا الماری کے پاس آیا۔اور لکڑی کی الماری کھل کر سب سے نچلے خانے میں بنے دراز میں سے تھوڑا چھوٹے ایک سیاہ رنگ کی فائل نکل لی اور دوبارہ الماری بند کیے انہیں قدموں پر واپس اس تک آیا اور اسی شکن ابھری ہوئی نیم گرم جگہ پر فاطمہ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ "یہ فائل فاطمہ تم ہر قیمت پر سنبھال کر رکھنا۔ اگر مجھ کچھ ہو جائے تو تم میری یہ امانت ریاض تک پہنچا دینا" سیاہ فائل اس کی طرف بڑھائی تھی....فاطمہ نے بڑی مشکل سے اس کے ہاتھ سے فائل تھامی تھی۔ اس کے لب اپنے جانِ عزیز شوہر سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ وہ بتانا چاہتی تھی کہ فیض کے اس جملے نے اس کا دل بے چین کر دیا تھا۔ وہ یہ فائل ریاض کو خود دے دے لیکن وہ اس حدیث کے بعد بلکل لاجواب ہوئی تھی۔ اس کے لب کچھ کہنے کے قابل نہ رہے تھے۔ بس اس کے دل سے ایک صدا بلند ہو رہی تھی۔ اللہ پر کامل یقین بس اس رب کے بھروسے چھوڑ دیا ہے ہر چیز کو کیونکہ کسی اپنے نے

اس کی اور اس کے خدا کو جاتی رسی کی گھٹان کو پھر باندھ دیا تھا. اندھیری رات میں آسمان پر ابھرے دو عکس کہیں دور غائب ہو گئے تھے. اس نے مرتے قدموں کے ساتھ چند فٹ کا فاصلہ طے کیا تھا. لکڑی کے صندوق کے پاس فرش پر بیٹھتی بے جان ہاتھوں سے صندوق کھولتی اس سیاہ فائل کو باہر نکالے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا کیونکہ اب وقت آگیا تھا کہ وہ یہ امانت اس شخص تک پہنچادے اور وقت کے فرعون کے سامنے یکجا ہو کر خاتمہ کریں....

''''''''''''''''''''

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جاری ہے

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews